Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Proponents of the Doctrine of Religious Unity in the Subcontinent and the Societal Impact of Their Teachings: An Analytical Study

برصغیر میں نظریہ وحدتِ ادیان کے داعیان اور ان کی تعلیمات کے معاشرتی اثرات: تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1.Dr. Hafiz Ghulam Mustafa (Corresponding Author)

Ph.D., Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan. gm93299@gmail.com

2.Hafiza Ambreen Fatima

Doctoral Candidate, Green International University, Lahore, Pakistan.

Citation

Mustafa, Dr. Hafiz Ghulam and Hafiza Ambreen Fatima. "The Proponents of the Doctrine of Religious Unity in the Subcontinent and the Societal Impact of Their Teachings: An Analytical Study." Al-Marjān Research Journal, 2, no.3, Oct-Dec (2024): 461– 473.

Submission Timeline

Received: Sep 22, 2024

Revised: Oct 12, 2024

Accepted: Nov 04, 2024

Published Online: Nov 20, 2024

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

All Rights Reserved © 2023.

This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

The Proponents of the Doctrine of Religious Unity in the Subcontinent and the Societal Impact of Their Teachings: An Analytical Study

برصغیر میں نظریہ وحدتِ ادیان کے داعیان اور ان کی تعلیمات کے معاشرتی اثرات: تجزیاتی مطالعہ

☆ ڈاکٹر حافظ غلام مصطفیٰ ☆ حافظہ عنبرین فاطمہ

Abstract

The religious history of the Indian subcontinent reveals a consistent pattern of interfaith movements, among which the doctrine of Wahdat-e-Adyān (Unity of Religions) holds a prominent place. Before the advent of Islam, the Indian society was mired in spiritual misguidance, idol worship, and socio-religious excesses. With the arrival of Islam, a new phase of ethical and religious reformation began. However, over the centuries, particularly from the Mughal period onwards, various reformers and religious preachers attempted to merge elements of different faiths—especially Islam, Hinduism, Christianity, and Buddhism—under the banner of religious unity. This study explores the ideological underpinnings and societal consequences of this doctrine within the subcontinent. It analyzes how figures such as Akbar, Guru Nanak, Dara Shikoh, Bhagat Kabir, Sheikh Abdullah Shattari, and Dadu Dayal tried to present a composite religious philosophy that blurred the unique identity of Islam. The research evaluates the motivations behind these movements—whether political, social, or philosophical—and the enduring influence these ideas have had on subsequent generations. In the modern era, global attempts to homogenize religions under interfaith harmony often echo the same ideals, subtly promoting the dilution of Islamic identity. This paper concludes by highlighting the urgent need to revive and reinforce the distinctiveness of Islamic teachings in order to counter contemporary spiritual confusion. Only a firm adherence to authentic Islamic doctrines can protect future generations from the doctrinal ambiguities introduced by the philosophy of religious unity.

Keywords: Religious Unity, Indian Subcontinent, Islam, Syncretism, Interfaith Movements

تعارف موضوع

برصغیر پاک و ہند کی مذہبی تاریخ میں وحدتِ ادیان ایک نمایاں اور متنازع نظریہ رہا ہے، جس کے تحت مختلف مذاہب کی تعلیمات کو یکجا کر کے ایک ہم آہنگ مذہبی فکر تشکیل دینے کی کوشش کی گئی۔ اسلام سے پہلے برصغیر کی معاشرت متعدد بداعمالیوں، بت پرستی، اور مذہبی انتہاپسندی کا شکار تھی۔ اسلام کی آمد نے اس تاریکی میں روشنی کی کرن پیدا کی، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مختلف فکری رجحانات نے اسلامی شناخت کو مٹانے کی کوشش کی۔ مغلیہ دور کے بعض حکمرانوں، صوفیاء اور ہندو بھگتوں نے مختلف ادیان کی فطری تعلیمات کو جمع کر کے ایک ایسا نظریہ پیش کیا جو نہ صرف اسلامی عقائد کی نفی کرتا ہے بلکہ معاشرتی طور پر مسلمانوں کو دیگر مذاہب میں ضم کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اس مقالے میں ان

☆ پی ایچ ڈی، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔
☆ ڈاکٹریٹ کی امیدوار، گرین انٹرنیشنل یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

داعیان وحدتِ ادیان کی تعلیمات کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے اور یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان نظریات نے برصغیر کی مذہبی و معاشرتی ساخت پر کیا اثرات مرتب کیے۔ یہ تحقیق اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ وحدتِ ادیان کا نظریہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کے منافی ہے بلکہ آج کے دور میں بھی اس کی خطرناک شکلیں جدید عالمی بیانیے کے تحت سامنے آ رہی ہیں، جن سے نسل نو کو بچانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مبحث اول: برصغیر میں اسلامی تہذیب کے نقوش اور فلسفہ وحدت ادیان اور ہندوستانی معاشرہ

1. برصغیر میں اسلامی تہذیب کے نقوش

برصغیر میں مختلف مذاہب کے پیروکار آباد تھے لیکن یہاں بقیہ مذاہب کی نسبت اسلام کو ایک انقلابی حیثیت سے کامیابی حاصل ہوئی اور دین اسلام کی عمدہ تعلیمات نے ان لوگوں پر زیادہ مثبت اثرات مرتب کئے جسکی وجہ سے لوگوں کی کثیر تعداد اسلام میں داخل ہوئی۔ برصغیر میں جیسے ہی اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچا تو لوگوں کو اسلام کی پرکشش تعلیمات اور صوفیائے طریقت کے کردار نے بہت متاثر کیا جسکی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ مشرف بااسلام ہوئے۔ ساتویں صدی عیسوی کے آواخر پر مسلمانوں نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر زمین کی خریداری کی اور سینکڑوں کی تعداد میں مساجد تعمیر کروائیں۔ مسلمانوں نے سادگی کیساتھ ہندوؤں کے سامنے اسلامی عقائد و نظریات کو پیش کر کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو متاثر کیا جسکی بدولت کئی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "برصغیر میں اسلام خلفائے راشدین کے زمانے میں ہی آ گیا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مغربی ہندوستان میں، بمبئی اور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادیاں وجود میں آچکی تھیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب حضرات تابعین تھے جو ہندوستان میں آئے اور جنکی آبادیاں ہندوستان میں قائم ہوئیں۔ انہی تابعین کے ہاتھوں برصغیر میں اسلام باقاعدہ طور پر داخل ہوا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کے قافلے یہاں آنے جانے شروع ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں(Fact Finding Missions) بڑے پیمانے پر آئے۔ اور برصغیر کا تذکرہ اسلامی ادب میں تیزی کیساتھ ہونے لگا۔"[1]

2. فلسفہ وحدت ادیان اور ہندوستانی معاشرہ

برصغیر کی مذہبی تاریخ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہاں اسلام مخالف تمام تحریکوں میں وحدت ادیان کا عنصر قدر مشترک دکھائی دیتا ہے۔ ہندو مصلحین، مبلغین تمام مذاہب کی فطری تعلیمات کو ضم کر کے اسلام کے مقابلے میں ایک نیا مذہب متعارف کروانے کے خواہشمند تھے تاکہ مسلمانوں کا یقین اسلام سے ختم ہو جائے اور وہ تذبذب کا شکار ہو جائیں۔ سو ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ہندو بھگت اور اس تحریک کے نمائندگان برصغیر کے مختلف حصوں میں پھیل گئے جنکا مقصد اسلام کی متفقہ تعلیمات کو بنیاد بنا کر ایک ایسی فکر پیش کرنا تھا جس میں برصغیر کے تمام مذاہب کی خصوصیات شامل ہوں۔ بابا گرونانک اور بھگت کبیر سمیت دیگر مذہبی رہنماؤں نے اسی سے مماثلت رکھتا ہوا ایک مذہبی فلسفہ پیش کیا۔ جس کی بنیاد اسلام، ہندومت، عیسائیت اور بدھ مت کی تعلیمات پر ہو تاکہ مسلمانوں کو اس نئے فلسفہ کی طرف مائل کیا جائے تاکہ وہ ان ملتی جلتی اور مشترک چیزوں میں ضم ہو جائیں۔ وحدت ادیان کا فلسفہ صرف ہندوستان کی مذہبی تاریخ تک ہی محدود نہیں بلکہ وقت گزرنے کیساتھ اسلام مخالف قوتوں کی پشت پناہی کی بدولت دور حاضر میں بھی یہ ایشو گمراہی کی ایک جدید شکل اختیار کر چکا ہے۔ عصر حاضر کے معروف عالم دین مفتی

1Ghāzī, Mehmūd Aḥmad. *Muḥāzārāt-e-Ḥadīth*. Lahore: Al-Fasīal Nashrān, Urdu Bāzār, 2022 AH, 352.

منیب الرحمٰن وحدت ادیان اور صلح کلی کو مغربی ایجنڈا قرار دیتے ہوئے اسکی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں:"اہل مغرب نے ماضی قریب میں احقاق حق اور احقاق باطل کے فریضے سے علمائے حق کو دستبردار کرنے اور "سب کچھ جائز ہے" کی روش کو قبولیت دینے کے لیے تصوف کی آڑ میں ایک شعوری تحریک برپا کی اسی کو" صلح کلی" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور گزشتہ تین عشروں کی دہشت گردی کی آڑ لیکر مسلمانوں کو جہاد کے اصول سے دستبردار کرنا بھی مقصود تھا، ہم ایسی تحریکوں کے ہمنوا نہیں بن سکتے، کیونکہ شرعی جہاد ہمارے عقیدے اور دین کا حصہ ہے۔۔۔یہ اصول بھی ناقابل قبول ہے کہ صرف وہ یہودی اور عیسائی کافر تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا، بعد والے یہود و نصاریٰ کافر نہیں، یہ بھی تلبیس ابلیس ہے۔اسیطرح عالمی سطح پر یہ تقسیم کہ مطلق کفار و مشرکین ایک زمرے میں ہیں اور یہود و نصاریٰ مسلمانوں کیساتھ دوسرے زمرے میں ہیں، جنہیں مومنین (Believers) سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ تعبیر و تشریح قرآن کی صریح اور قطعی آیات کے خلاف ہے اس لیے قابل قبول نہیں ہے۔"[2]

عصر حاضر میں بھی وحدت ادیان کی مدد سے مسلمانوں کو یہود و نصاری کیساتھ ضم کرنے کی عالمی سطح پر کوششیں جاری ہیں۔یہ سوچ اسلام کی متفقہ تعلیمات کے بالکل برعکس ہے ۔ ادیان کی یہ من گھڑت تعبیر و تشریح قرآن پاک کی واضح اور قطعی آیات کے خلاف ہے۔مسلمان بقیہ تمام مذاہب کی نسبت اپنا بالکل جداگانہ تشخص رکھتے ہیں ۔ قرآن حکیم کی آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہود نصاری سے مسلمانوں کو دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘبَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ [3]

اے ایمان والو: یہود اور نصاری کو دوست نہ بناو وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں ،تم میں سے جو انکو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے (شمار) ہو گا، بیشک الل اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنا ہم راز اپنے کسی بھی دشمن کو نہ بنائیں ورنہ وہ بہت نقصان اٹھائیں گے۔ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ [4]

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہنچے، ان کی باتوں سے دشمنی تو ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑا ہے اگر تم عقل سے کام لیتے ہو تو ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو بیان کر دیا ہے۔

مذکورہ قرآنی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کے تعلقات قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔اس ممانعت کی اصل وجہ یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور ان کے معاملات بگاڑنے کی ہر ممکنہ کوششیں کرتے ہیں۔اسلام کے مخالفین یہ خواہش رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو مصائب اور آلام پہنچیں اور ان کی دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ جب مسلمانوں سے باتیں کرتے ہیں اس وقت بھی ان کی باتوں

2Muftī, Munīb ur-Raḥmān. *Islāḥ-e-Aqāʾid o ʿAmal*. Karachi: Dār al-ʿUlūm Nāʾimiyyah, 2018 AH, 36.
3 Al-Māʾidah, 5:51
4 Al-Mujādalah, 58:118

سے دشمنی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ مسلمانوں کی کتاب اور ان کے نبی کے مکذب ہیں اور ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کینہ اور بغض بھرا ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

مبحث دوم: وحدت ادیان کے اہم داعی اورانکے افکار و نظریات

برصغیر میں جن افراد نے وحدت ادیان کا تصور دے کر مسلمانوں کو صراط مستقیم سے دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا ان میں سے چند کے افکار و نظریات درج ذیل ہیں۔

1: دین اکبری کا وحدت ادیان میں کردار

برصغیر میں دین اکبری کے نام سے ایک ایسا فتنہ پیدا ہوا جو سابقہ فتن سے بالکل مختلف تھا۔ مغل بادشاہ جلال الدین اکبر نے صلح کلی کے نام پر مختلف مذاہب اور ادیان کا ایک ملغوبہ تیار کیا جسکی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہی کا شکار ہوئے۔ شہنشاہ اکبر نے 1582ء990ھ میں دین الٰہی کا نفاذ کیا۔ دین اکبری میں رواداری، صلح کلیت، اور احترام انسانیت سمیت تمام مذاہب کی اہم تعلیمات کو شامل کر کے، وحدت ادیان کا نظریہ اجاگر کیا گیا۔ مورخین کے نزدیک دین الٰہی کے متعارف ہونے میں سب سے بڑا سبب اکبر کا وحدت ادیان کا تصور تھا۔ اکبر میں کچھ علماء سوء نے یہ بات پختہ کر دی تھی کہ تمام مذاہب میں اہل معرفت موجود ہیں اور حق ہر قوم اور ہر مذہب میں موجود ہے۔ کسی ایک دین کا اقرار کرنا اور دوسرے دین کا انکار کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ بعض لوگوں کی یہ بھی رائے ہے کہ اکبر نے جو وحدت ادیان کا تصور پیش کیا اسکا واحد مقصد سیاسی استحکام کے سوا کچھ نہ تھا۔ وحدت ادیان کا تصور متعارف کرواکے درحقیقت اکبر نے اپنے دادا ظہیر الدین بابر کی پیروی کی تاکہ امن وسکون کیساتھ مغلیہ حکومت خوشحالی کا سفر کر سکے لیکن معاملات اسکے برعکس ہوگئے۔ ظہیر الدین بابر نے اپنے بیٹے ہمایوں کو ہندوستان میں ایک کامیاب حکومت کا نظام چلانے کے لیے یہ وصیت کی تھی:

> "فرزند من! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ اپنی بادشاہی میں تمہیں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ تم مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے رعایت کے بغیر سب لوگوں کیساتھ پورا انصاف کرنا۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ مسمار نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ سب سے پورا نصاف کرنا چاہیے تاکہ بادشاہ اور رعیت کے تعلقات دوستانہ ہوں اور ملک میں امن وامان رہے۔ اسلام کی اشاعت ظلم وستم کی تلوار کے مقابلے میں لطف واحسان کی تلوار سے بہتر ہوسکے گی۔ شیعہ سنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہو کیونکہ ان سے اسلام کمزور ہو جائے گا۔ اپنی رعیت کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت بیماری اور ضعف سے محفوظ رہ سکے۔"[5]

اکبر کی زندگی کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دور اکبری میں اس وصیت میں بیان کردہ اصول و قوانین کی مکمل پاسداری تو کی گئی مگر دین اکبری کی وجہ سے مسلمانوں میں گمراہی کے اثرات پیدا ہوئے جسکی وجہ سے لوگ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دور ہونا شروع ہوگئے۔

2: سوامی رامانند (1366ء–1470ء)

5 Ikrām, Shaykh Muḥammad, *Rūd-e-Kausar* (Delhi: Adabī Dunyā, Urdu Bāzār, with the support of Sault Public Library, Rāmpur [U.P.], 2015), 23.

سوامی رامانند (1366ء-1470ء) کو بھگتی تحریک کا بانی تصور کیا جاتا ہے جو کہ ایک ہندو مصلح کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ہندوستان میں جن تحریکوں نے اسلام کے پھیلاؤ میں کمی واقع کرنے کیساتھ مسلمانوں میں ہندومت اور دیگر مذاہب قبول کرنے کی رغبت پیدا کی ان میں بھگتی تحریک سر فہرست ہے۔ اس تحریک کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا۔ تاریخی لحاظ سے اس تحریک کا آغاز بارہویں صدی میں جنوبی ہند میں ہو گیا تھا مگر شمالی ہند میں اس تحریک کو چودھویں صدی عیسوی سے لیکر سولہویں صدی عیسوی تک عروج حاصل ہوا۔ سوامی نے اپنے مسلم اساتذہ کے رجحانات کو اپنے اندر خوب جذب کیا اور کئی دیگر تحاریک کا بھی اس نے مطالعہ کیا۔ بنارس میں سوامی نے کئی مسلمان علماء سے تعلقات کو استوار کیا۔ وہ ذات پاک کے بغیر صرف بھگتی کی تعلیم دیتا تھا۔ سوامی رامانند اپنے پیروکاروں کو نسلی تعصب اور ذات پاک کی بجائے توحید، رواداری اور مساوات کا سبق دیا کرتا تھا۔ بھگتی تحریک کا آغاز برہموں کی اجارہ داری کو ختم کرنے کے لیے ہوا تھا۔ اس دور میں ہندوؤں میں کئی نئے فرقوں نے جنم لے لیا تھا ۔ ہندومت پر اسلام کے عقیدہ توحید کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے۔ اس زمانے کے تمام ہندو مصلحین نے خدا پرستی پر خصوصی توجہ دی جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وقت کیساتھ بھگتی تحریک پر بھی اسلام اثر انداز ہو گیا تھا۔ سوامی رامانند اور کبیر جیسے دیگر ہندو رہنماؤں نے اسلام کی فطری تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے کی بجائے اسے ہندومت کے احیاء کا ذریعہ بنایا تا کہ ہندو معاشرے میں ذات پات کے نظام کی حوصلہ شکنی ہو اور معاشرتی اصلاح ممکن ہو سکے۔[6]

3: ویشنو تحریک

ویشنو تحریک کی رہنمائی کرنے والا "چیتنیہ" 1486ء کو وسطی بنگال میں پیدا ہوا جبکہ 1534ء میں اسکا انتقال ہوا۔ بنگال میں اس تحریک نے عوام الناس پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس تحریک نے جارحانہ انداز اپناتے ہوئے لوگوں کو اپنے قریب کرنے کیساتھ مسلمانوں کے لیے فکری انحراف کی راہیں ہموار کیں۔ اس تحریک نے مسلمانوں کو ویشنو بنانے کا کام بڑی محنت سے کیا بلکہ مسلمانوں کو اس مذہب میں لانے کی خاطر کئی شاخیں بھی شروع کی گئیں۔

أ. سرگرمیاں اور اہم مقاصد

ویشنو تحریک کی اسلام مخالف سرگرمیوں اور مقاصد شیخ محمد اکرام بیان کرتے ہیں:

> "اسکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تحریک بابا گرونانک کی تعلیمات کی طرح ہندو مذہب اور اسلام کو ملانے کی ایک کوشش تھی۔ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔ اس تحریک کا مقصد کبیر مت یا ابتدائی سکھ مذہب کی طرح ہنود اور مسلمانوں کو ملانا نہیں تھا بلکہ ہندو مذہب کا احیاء تھا۔ اور اس مقصد میں یہ تحریک اس حد تک کامیاب ہوئی کہ نہ صرف بنگال میں اشاعت اسلام رک گئی بلکہ بعض مسلمانوں نے ویشنو مذہب اختیار کیا اور عامۃ المسلمین اور وسطی و شمالی بنگال کے ان پڑھ اور غریب مسلمانوں کے عقائد واطوار میں ہندو طریقے داخل ہو گئے۔"[7]

اس تحریک کے اثرات نہ صرف بنگال میں پھیلے بلکہ بنگال کے قرب وجوار میں بسنے والے کم علم لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس تحریک کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ بنگالی ادب پر ویشنو تحریک کے اثرات کا غلبہ ہو جانا تھا۔ ویشنو سمیت ہندومت کے احیاء کی دوسری تحریکوں کے

---

6 Chand, Ṭārā, *Islām kā Hindūstānī Tahdhīb par Aṡar*, trans. Raḥmat ʿAlī Hāshimī (Delhi: Āzād Kitāb Ghar, 1966), 132.

7 Ikrām, Shaykh Muḥammad, *Rūd-e-Kausar*, 493.

اثرات اس وجہ سے بھی تیزی کیساتھ اس علاقے میں پھیلے کہ وہاں مسلم مبلغین کی آمد کا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا تھا جسکی وجہ سے بنگال میں جو مسلمان علماء سے دور تھے انکے عقائد و نظریات میں شکوک وشبہات پیدا ہونا شروع ہو گئے۔اس صورتحال میں مقامی علماء نے عوام کی ممکنہ اصلاح کے بھرپور کوششیں کیئں۔

ب۔ ویشنو تحریک کے معاشرتی اثرات

اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کو زیادہ ویشنو سلسلے سے منسلک کرنااوراس تحریک کے پیروکاروں نے خصوصا ان علاقوں پر فوکس کیا جن میں مسلمان اقلیت میں تھے اور جنہیں شعور کی بھی کمی کا سامنا تھا۔

> "لیکن ویشنو تحریک نے ان لوگوں کے لیے ہندو سوسائٹی میں ہی باعزت جگہ بنادی۔اور یہ تعلیم دی کہ جو کوئی کرشن کا سچا بھگت ہو گا اسی کی مکتی ہو گی خواہ وہ چنڈال ہی کیوں نہ ہو۔اسکے علاوہ اس تحریک اور اسکے مختلف مظاہر نے ہندو جاتی میں نئی زندگی پیدا کر دی۔اس نے اسلامی مبلغین کی کامیابی ناممکن بنادی۔ چناچہ جس علاقہ میں یہ تحریک کامیاب ہوئی وہاں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہے۔وہی قبیلے اور ذاتیں جنکے بھائی ہند مشرقی بنگال میں مسلمان ہو گئے تھے، مغربی بنگال میں ہندو رہے اور اسکا بڑا سبب ویشنو اثرات تھے۔"[8]

مذکورہ بالا تاریخی حقائق سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ویشنو فکر نے اپنے مخصوص انداز سے اسلامی فکر کو کس حد تک متاثر کیا۔اس تحریک نے بنگالی ادب پر بھی اپنے مکمل اثرات مرتب کیے جسکی وجہ سے ویشنومت کے ادب کو بنگالی زبان میں ترجمہ کر کے لوگوں میں کثرت کیساتھ عام کیا گیا ۔اس صورتحال کے پیش نظر سید سلطان سمیت کئی اہل علم نے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور علمی طور پر اس تحریک کے اثرات کو ختم کر کے مسلمانوں کو روحانی غذا فراہم کی۔

4:سلطان داراشکوہ(1024ھ-1066)

مغلیہ دور حکومت میں چونکہ کچھ نام نہاد صوفیاء پیدا ہو چکے تھے جنہیں آزاد خیال صوفیاء کا نام دیا جاتا ہے۔جو تصوف کو شرع کی پابندیوں سے بالکل آزاد تصور کرتے تھے۔ایسے لوگوں میں سے مورخین کے ہاں جو شخصیت زیادہ شہرت حاصل کر پائی وہ مغل بادشاہ شاہجہان کا بیٹا داراشکوہ تھا۔شاہجہان کے ہاں ایک عرصہ تک بیٹیوں کی پیدائش ہوتی رہی وہ اولاد نرینہ کا خواہشمند تھا۔چناچہ اس نے خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ پر منت مانی تو کچھ عرصہ بعد 1615ء کو اجمیر کے مقام پر دارا کی پیدائش ہوئی۔دارانے اپنی ابتدائی تعلیم حضرت میاں میر قادری سمیت کئی بزرگوں سے حاصل کی اور ملاشاہ بدخشی کے ہاتھوں پر بیعت کی۔داراشکوہ نے پچیس سال کی عمر میں پہلی کتاب "سفينة الاولياء"لکھی جس میں اس نے چار سو گیارہ بزرگان دین کے حالات وواقعات کا ذکر کیا اور اپنے آپکو حنفی قادری لکھا ہے۔اسکے بعد دارا کے افکار و نظریات نے ایسی کروٹ لی کہ خلاف شریعت باتیں اس سے صادر ہونا شروع ہو گئیں۔شیخ محمد اکرام نے اسکا ذکر یوں کیا ہے:

8 Ikrām, Shaykh Muḥammad, *Rūd-e-Kausar*, 496.

"چناچہ دارانے انکا جواب دینے کے لیے اور اس امر کی تائید میں کہ جو الفاظ حالت جذب میں کہے جائیں وہ قابل گرفت نہیں ہوتے۔ رسول کریم ﷺ اور اصحاب کبار کے بعض صحیح اور موضوع اقوال اور اپنے زمانے اور پہلے کے مشہور مشائخ کے ایسے فقرے جو حالت جذب میں کہے گئے تھے شطحیات یا حسنات العارفین میں جمع کیے۔"[9]

أ. داراشکوہ کی فکری آزادی

اورنگ زیب عالمگیر راسخ العقیدہ اور پابند شریعت گروہ کا علمبر دار تھا تو دوسری طرف داراشکوہ آزاد خیال مسلمانوں اور جاہل صوفیاء کا نمائندہ تھا۔ جب داراشکوہ کے کفر و الحاد اور آزاد خیالی کی خبریں عوام تک پہنچیں تو عوام میں ایک طرح سے بے چینی پھیل گئی۔ ہندو اور دوسرے اسلام مخالف عناصر داراشکوہ کو اکبر جیسا بادشاہ دیکھنا چاہتے تھے جب کہ مسلمان اس کوشش میں تھے کہ حالات پھر خراب نہ ہو جائیں۔ داراشکوہ کو فطری طور پر ہندوؤں اور ملحدوں کی بھرپور حمایت حاصل ہو گئی اور اورنگ زیب کو راسخ العقیدہ مسلمانوں کی حمایت میسر ہو گئی۔ داراشکوہ ابتدا میں تو قادری سلسلہ سے منسلک تھا مگر بعد ازاں صوفیاء خام کی صحبت کا شکار ہو کر الحاد و لادینیت کے راستے پر چل نکلا۔ ان کتب میں داراشکوہ نے ایسے نظریات اجاگر کیے کہ وہ اب ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے جہاں پہنچنے کے بعد کفر اور ایمان کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر عنانِ حکومت داراشکوہ کے ہاتھ میں چلی گئی تو یہ اکبر سے بڑھ کر ثابت ہو گا کیونکہ شاہ جہاں کے دور میں ہی دارانے امورِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے جس کی وجہ سے علمائے حق کی کوششیں بار آور ثابت نہیں ہو تی تھیں۔

داراشکوہ کی تخت نشینی کی صورت میں آزاد خیال اور دین اکبری کے حامی خود کو محفوظ خیال کرتے ہوئے داراشکوہ کی حمایت میں آ گئے۔ لا محالہ دوسری طرف علمائے حق اور راسخ العقیدہ مسلمان طبقے کی اُمیدیں اورنگ زیب سے وابستہ ہو گئیں جو کہ نہ صرف راسخ الاعتقاد تھا بلکہ عملی طور پر بھی صوم و صلوٰۃ اور شریعتِ مطہرہ کا پابند تھا۔ اورنگ زیب کی ابدی سعادت اور بچپن سے ہی تقویٰ و پرہیز گاری کی وجہ سے اورنگ زیب کی تربیت و کردار سازی پر خصوصی توجہ دی گئی۔ جب کوئی شخص فکری انحراف کا شکار ہو جائے تو پھر اسکی نظر میں خیر و شر میں فرق ختم ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی دارا کیساتھ بھی ہوا جس نے اسلام سمیت کئی ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے اپنے تعلقات استوار کیے جسکی وجہ سے وہ تمام مذاہب کو ایک ہی گردانتا تھا۔ دارا کو مختلف مذاہب میں صرف لفظی اختلافات ہی نظر آنے لگے جیسا کہ وہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے عقائد کو بیان کرنے کے لیے اپنی کتاب مجمع البحرین کے دیباچے میں کہتا ہے:

> "جب فقیر کو حقیقت الحقائق اور صوفیائے کرام کے مذہب بر حق کے رموز واو قاف وغیرہ معلوم ہو گئے اور یہ فقیر اس نعمت عظمیٰ پر فائز ہو گیا تو میں اس بات کے درپے ہوا کہ ہندو فقراء کا مشرب بھی دریافت کروں۔ چناچہ اس قوم کے بعض محققوں سے بارہا گفتگو ہوئی اور میں نے انکو خدا رسیدہ پایا۔ مجھے صوفیاء اور جوگیوں میں سوائے لفظی اختلاف کے کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ اس لیے میں نے فریقین میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہ رسالہ لکھا۔"[10]

داراشکوہ کے نظریات کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ وحدت ادیان پر نہ صرف کامل یقین رکھتا تھا بلکہ اسکا بڑا داعی بھی تھا۔ اس نے اسلام اور ہندومت سمیت دیگر مذاہب کے خیالات میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ دارا کے نزدیک ہندومت اور اسلام

9 Ikrām, Shaykh Muḥammad, *Rūd-e-Kausar*, 444.

10 Dārā Shukūh, *Majmaʿ al-Baḥrayn*, trans. Sayyid Yūnus Shāh Gīlānī (Abbottabad: al-Gīlān Publishers, 1083 AH), 90.

باہم مل سکتے ہیں ان میں کوئی پائدار اختلاف نہیں ہے ان میں صرف لسانی اختلافات ہیں جنکو با آسانی ختم کیا جاسکتا ہے۔ داراشکوہ قرآن مجید کے الہامی ہونے کیساتھ چاروں ویدوں کے الہامی ہونے پر ایمان رکھتا تھا۔ ان اسلام مخالف نظریات سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بھگتی تحریک کے زیر اثر جو وحدت ادیان اور صلح کلی کے رجحانات پروان چڑھے دور اکبری اور داراشکوہ نے انکو ہی اپنایا جسکی وجہ سے کئی لوگ گمراہی کا شکار ہوئے۔ اور ہندوستان میں مذہبی بے قاعدگیاں عام ہوئیں۔

5: بھگت کبیر (1425ء-1518ء)

پندرہویں صدی عیسوی میں رامانند کے پیروکاروں میں سب سے زیادہ شہرت بھگت کبیر کو حاصل ہوئی۔ کبیر نے سوامی رامانند کی فکر اور بھگتی تحریک کو پوری گرم جوشی کیساتھ آگے بڑھایا۔ کبیر کو بچپن سے ہی تحقیق واستفسار کی خوبی عطا کی گئی تھی۔ تھوڑے عرصے میں ہی کبیر نے ہندومت سمیت اور اسلام کے تمام بنیادی اصولوں سے آگاہی حاصل کرلی تھی۔ کبیر کا تعلق ایک برہمن گھرانے سے تھا۔ کبیر کی بیوہ والدہ بچپن میں اسے بنارس کے ایک تالاب کے پاس چھوڑ کر چلی گئی تو ایک جولاہے نے اسکو گود میں لیا اور اسکی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا۔ بنارس ایک اہم شہر تھا جس میں سو سے زائد مندر تھے یہ شہر ایک قدیم مذہبی مرکز تھا جسکی وجہ سے یہاں مذہبی سرگرمیاں کافی عروج پر رہتی تھیں۔ کبیر نے ہندومت اور اسلام دونوں کے نظریات کی تعلیم حاصل کی تھی۔[11]

أ. کبیر کے افکار ونظریات

کبیر نے ہندو فلسفہ سوامی رامانند سے حاصل کیا اور پھر مختلف علاقوں کی سیاحت کے دوران صوفیاء سے معرفت کے طریقے بھی سیکھے تھے جسکی وجہ سے کبیر انسانیت کو ہر چیز سے مقدم سمجھتا تھا۔ کبیر کے بارے میں ڈاکٹر تاراچند کی رائے درج ذیل ہے:

> "وہ زبردست تنبیہ کرنے والے اور راہ حق کے انتھک متلاشی ہیں۔ ہندو اور مسلمان قوموں کے اتحاد کے زبردست حامی ہیں اور انسانیت کے مذہب کے پیغمبر ہیں۔ انکی تعلیم ہے کہ الوہیت نے اپنا مظاہرہ تمام نوع انسانی میں بحیثیت مجموعی کیا ہے۔"[12]

کبیر نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اس اصول کو اپنانے کی تلقین کی:

"ہندومت اور اسلام خدا پر ایمان لانے کی وجہ سے ایک دوسرے کیساتھ متحد ہوسکتے ہیں۔ مذہبی برادری، مذہبی رسومات کی بنا پر تقسیم کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

* کبیر نے ہندومت اور اسلام دونوں سے اپنے مذہب کو تعلق ظاہر کیا ہے۔
* مساوات انسانی ہر چیز پر مقدم ہے۔
* وہ ذات پات کے نظام کی سختی سے مخالفت کرتا تھا اور انسانی مساوات کا قائل تھا۔
* اصلاح باطن، معرفت باری تعالیٰ کی جستجو پر پختہ یقین رکھتا تھا۔

11 Qurayshī, Ishtiyāq Ḥusayn, *Barṣaghīr Pāk-o-Hind kī Millat-i-Islāmiyyah*, trans. Bilāl Aḥmad Zabairī (Karachi: Shuba-yi Taʾlīf wa Taṣnīf, Jāmiʿah Karachi, 1994), 183.

12 Chand, Ṭārā, *Islām kā Hindūstānī Tahdhīb par Aṡar*, trans. Raḥmat ʿAlī Hāshimī (Delhi: Āzād Kitāb Ghar, 1966), 183.

6: شیخ عبد اللہ شطاری (متوفیٰ 1572ء)

برصغیر میں متنوع تہذیبوں کے باہمی ملاپ کا ایک مظہر شطاری سلسلہ ہے جس نے سولہویں صدی میں خاصہ فروغ حاصل کیا۔ بہار، مالوہ، گجرات سمیت برصغیر کے کئی علاقوں میں شطاری سلسلے نے شہرت حاصل کی اور عوام و خواص کو متاثر کیا۔ اس سلسلہ سے وابستہ لوگ اپنے آپکو شطاری اس لیے کہلواتے ہیں کہ وہ دوسرے تمام روحانی سلسلوں کی نسبت اکتساب فیض کرنے میں زیادہ تیز اور سرگرم رہتے ہیں۔ شمالی ہندوستان میں اس سلسلے کو شروع کرنے میں معروف صوفی شیخ عبد اللہ شطاری (متوفیٰ 1572ء) کا بنیادی کردار ہے جو کہ اپنے شیخ محمد طیفوری کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور انکے ہی حکم پر ہندوستان آئے تھے۔ شطاری سلسلہ پانچ واسطوں سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی جبکہ سات واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی سے جاملتا ہے۔ اس سلسلہ کے پیروکار یوگیوں کی طرح جنگلوں میں رہتے تھے اور پتے، جڑی بوٹیاں کھا کر زندگی بسر کر کے سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیا کرتے تھے۔ شیخ عبد اللہ شطاری میں لوگوں کو متاثر کرنے کی کئی خوبیاں موجود تھیں۔ شیخ میں ظاہری شان و شوکت کی خوبی بدرجہ اتم موجود تھی۔ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے تو شاہانہ لباس زیب تن کرتے اور مریدوں کی ایک جماعت خاص قسم کی یونیفارم میں انکے ہمراہ ہوتی تھی۔ آپ باقاعدہ اپنے ساتھ ایک جھنڈا رکھتے تھے اور نقارہ بجوا کر اعلان کرتے کہ ہے کوئی خدا کا طالب جسے ہم راہ خدا دکھائیں۔ شطاری سلسلے کا شمار اگرچہ برصغیر کے معروف روحانی سلاسل میں ہوتا ہے مگر اس پر ہندومت کے اثرات کا بہت غلبہ تھا۔ شطاریوں کا ذکر کلمہ طیبہ کے تکرار سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ اس میں اکثر الفاظ وہ مستمل ہیں جو کہ ہندو دیوتاؤں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ [13]

بیعت کرنے کا طریقہ

شیخ عبد اللہ نے لوگوں کو اپنا مرید بنانے کے لیے ایک خاص طریقہ وضع کیا ہوا تھا:

> "جب کوئی شخص انکے پاس مرید ہونے کے لیے آتا تو وہ اسے کھانا اور سالن کھانے کو دیتے اور دیکھتے رہتے کہ دونوں کو ساتھ ساتھ ختم کرتا ہے یا کوئی چیز بچ جاتی ہے۔ اگر دونوں کو ساتھ ساتھ ختم کرتا تو اسے سمجھ دار اور قابل انسان سمجھ کر شغل باطنی تعلیم کرتے اور اگر دونوں کو برابر برابر ختم نہ کرتا تو سمجھتے کہ اسے اپنے اوپر ضبط نہیں اور چیزوں کا صحیح اندازہ نہیں لگاتا۔ پھر اس سے صرف ظاہری باتیں کرتے۔"[14]

7: بیر بھان

مشرقی پنجاب میں سولہویں صدی عیسوی میں "بیر بھان" نامی ایک سادھو پیدا ہوا جو کہ بعد میں اپنی فکر کی وجہ سے بہت مشہور ہوا تھا۔ اسکے پیروکاروں کو ست نامی (سچ بولنے والا) کہا جاتا تھا۔ اس فرقہ کے ماننے والوں کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ یہ لوگ ذات پات کے نظام سے بالکل آزاد تھے اور تعصب سے بھی خالی تھے۔

اہم تعلیمات

★ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرنا۔
★ زبان اور کانوں کا صحیح استعمال یقینی بنانا۔

---

13 Bistāmī, Abū Yazīd, "Bistāmī," *Urdu Dāʾirah Maʿārif-i-Islāmiyyah*, vol. 1 (Lahore: Punjab University, 1960), 234.

14 Ikrām, Shaykh Muḥammad, *Rūd-e-Kausar*, 36.

★کسی کے ساتھ بھی تعصب والا رویہ اختیار نہ کرنا۔

★ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات پر ایمان کامل رکھنا۔

★غرور و تکبر سے بچتے ہوئے سادہ زندگی گزارنا۔

★قتل ناحق اور لوٹ مار سے بچنا۔[15]

8:دادودیال"(1544ء-1603ء)

بھگت کبیر کے افکار و نظریات کو جس شخص نے بڑی محنت کیساتھ آگے پھیلایا ان میں "دادودیال"(1544ء-1603ء)کا نام بہت اہمیت کا حامل ہے۔دادو کی شہرت دور اکبری میں ہی ہوچکی تھی۔دادو نے طویل عرصہ اہل تصوف کیساتھ بسر کیا اور ان سے خوب استفادہ کیا۔جب اسکے پیروکاروں کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہوگیا تو اس نے اپنے مریدوں کیساتھ مل کر ایک فورس تیار کرلی اورڈاکہ زنی شروع کردی۔آغاز میں دادودیال اتحاد مذہب کا زبردست حامی تھا جسکا یہ کہنا تھا کہ ہندومت اور اسلام میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں ایک ہی مذہب ہیں۔اپنے انفرادی افکار کی وجہ سے مؤرخین نے جہاں دادودیال کو بھگتی تحریک کی ترویج واشاعت کا سرگرم رکن تصور کیا ہے وہیں اسے ایک نئے مذہب دادا پنتھی کے بانی کے طور پر بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

نظریات

★ہندومت اور اسلام میں کوئی فرق نہیں ہے،دونوں ایک ہی خدا کی پرستش کرتے ہیں۔رام،رحیم اور کریم ایک ہی ہستی کے مختلف نام ہیں۔

★اس مذہب کے پیروکار صبر ورضا کی تعلیمات پر عمل کرنے والے تھے۔

★ذات پات کے نظام کی سختی سے مخالفت کرتے تھے۔

★معاشرے میں صلح کلی کی حمایت کرنے والے تھے۔

★جانداروں کو تکلیف دینے سے باز رہتے تھے۔[16]

خلاصہ بحث

برصغیر کی مذہبی تاریخ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہاں اسلام مخالف تمام تحریکوں میں وحدت ادیان کا عنصر قدر مشترک دکھائی دیتا ہے۔ہندو مصلحین،مبلغین اور بعض مسلم رہنما تمام مذاہب کی فطری تعلیمات جمع کرکے اسلام کے مقابلے میں ایک نیا مذہب متعارف کروانے کے خواہشمند تھے۔ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ہندو بھگت اور اس تحریک کے نمائندگان برصغیر کے مختلف حصوں میں پھیل گئے جنکا مقصد اسلام کی متفقہ تعلیمات کو بنیاد بنا کر ایک ایسی فکر پیش کرنا تھا جس میں برصغیر کے تمام مذاہب کی خصوصیات شامل ہوں۔جلال الدین اکبر،بابا گرونانک ،بھگت کبیر،داراشکوہ،شیخ عبداللہ شطاری،دادودیال وغیرہ سمیت دیگر رہنماؤں نے اسی سے مماثلت رکھتا ہوا ایک مذہبی فلسفہ پیش کیا جس کی بنیاد اسلام،ہندومت،عیسائیت اور بدھ مت کی تعلیمات پر ہو تاکہ مسلمانوں کو اس وحدت ادیان کی طرف مائل کیا جائے۔وحدت ادیان کا فلسفہ

15 Aḥmad, Miyān Manẓūr, *Taqābul-i Adyān wa Madhāhib* (Lahore: ʿIlmī Book House, 2004), 32.

16 Aḥmad, ʿAzīz, *Barṣaghīr meṅ Islāmī Culture*, trans. Jamīl Jālibī (Lahore: Idārah-yi Saqāfat-i-Islāmiyyah, 2014), 224.

صرف ہندوستان کی مذہبی تاریخ تک ہی محدود نہیں بلکہ وقت گزرنے کیساتھ مغرب اور اسلام مخالف قوتوں کی پشت پناہی کی بدولت عصر حاضر میں بھی یہ مسئلہ گمراہی کی ایک جدید شکل اختیار کر چکا ہے۔ عصر حاضر میں بھی وحدت ادیان کے نام پر مسلمانوں کو یہود و نصاری کیساتھ ضم کرنے کی عالمی سطح پر کوششیں جاری ہیں۔یہودیت ،عیسائیت،ہندومت،بدھ مت ،زرتشت کیساتھ اسلام کو شامل کر کے ایک ہی مذہب کا پرچار کیا جارہاہے۔ یہ سوچ اسلام کی متفقہ تعلیمات کے بالکل برعکس ہے اسلام دیگر مذاہب سے اپنا بالکل جداگانہ تشخص رکھتا ہے۔وحدت ادیان کی یہ من گھڑت تعبیر و تشریح اسلامی تعلیمات کے قطعی خلاف ہے۔نسل نو پر وحدت ادیان کے اثرات بڑی تیزی سے مرتب ہو رہے ہیں ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کیساتھ وابستگی قائم کریں تاکہ ہم بدعقیدگی،بدعملی سمیت تمام مذہبی بے اعتدالیوں سے بچ سکیں۔

سفارشات وتجاویز

★وحدت ادیان کے داعی اور ان کے مسلم فکر پر مرتب ہونے والے اثرات کے موضوع پر ملک کے طول وعرض میں سیمینارز اور کانفرنسز کا اہتمام کیا جائے تاکہ عوام الناس اور بالخصوص نسل نو میں شعور پیدا کیا جاسکے۔

★سوشل میڈیا کی مدد سے وسیع پیمانے پر پروگرام نشر کیے جائیں تاکہ لوگوں کی ذہن سازی کی جاسکے۔

★برصغیر میں وحدت ادیان کے اہم داعی اور ان کے افکار و نظریات اور ان کے معاشرتی اثرات کو نصاب میں شامل کیا جائے۔

★عصر حاضر میں وحدت ادیان کے نام پر اسلام کو یہودیت اور عیسائیت سمیت دیگر مذاہب کے ساتھ ضم کرنے کے لیے قومی اور عالمی سطح پر کی جانے والی کوششوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

★مکالمہ بین المذاہب کے نام پر اسلام کو مغلوب کرنے کی سازشوں کا فوری تدارک کیا جائے۔

★اسلام کے پیغامِ امن و سلامتی،اخوت و محبت،ہم آہنگی ورواداری کو غیر مسلموں تک پہنچانے کے لیے مشنری جذبے سے ادارے قائم کیے جائیں۔

خلاصہ بحث

برصغیر کی مذہبی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدتِ ادیان کا نظریہ اسلام کی الگ شناخت کو مٹانے کی ایک شعوری کوشش تھی۔ مختلف مذہبی شخصیات، بشمول جلال الدین اکبر، داراشکوہ، بابا گرونانک اور بھگت کبیر نے ایسے افکار پیش کیے جو مذاہب کے درمیان فرق کو مٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس نظریے نے اسلام کے منفرد عقائد و تعلیمات کو دیگر مذاہب میں ضم کرنے کی راہ ہموار کی۔عصر حاضر میں بھی عالمی سطح پر وحدتِ ادیان کے نام پر مسلمانوں کو دیگر ادیان میں جذب کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ یہ گمراہی اسلامی عقیدے کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ وحدتِ ادیان کا فلسفہ نہ صرف تاریخی اعتبار سے خطرناک رہاہے بلکہ موجودہ دور میں بھی دینی تشخص کو زک پہنچارہاہے۔اس کے تدارک کے لیے اسلامی تعلیمات سے مضبوط وابستگی ناگزیر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Ikrām, Shaykh Muḥammad. *Rūd-e-Kausar*. Delhi: Adabī Dunyā, Urdu Bāzār, with the support of Sault Public Library, Rāmpur [U.P.], 2015.

- Chand, Ṭārā. *Islām kā Hindūstānī Taḥdhīb par Aṡar*. Translated by Raḥmat ʿAlī Hāshimī. Delhi: Āzād Kitāb Ghar, 1966.
- Dārā Shukūh. *Majmaʿ al-Baḥrayn*. Translated by Sayyid Yūnus Shāh Gīlānī. Abbottabad: al-Gīlān Publishers, 1083 AH.
- Quraysh̄ī, Ishtiyāq Ḥusayn. *Barṣaġhīr Pāk-o-Hind kī Millat-i-Islāmiyyah*. Translated by Bilāl Aḥmad Zabairī. Karachi: Shuba-yi Taʾlīf wa Taṣnīf, Jāmiʿah Karachi, 1994.
- Bistāmī, Abū Yazīd. "Bistāmī." In *Urdu Dāʾirah Maʿārif-i-Islāmiyyah*, vol. 1, 234. Lahore: Punjab University, 1960.
- Aḥmad, Miyān Manẓūr. *Taqābul-i Adyān wa Madhāhib*. Lahore: ʿIlmī Book House, 2004.
- Aḥmad, ʿAzīz. *Barṣaġhīr meṅ Islāmī Culture*. Translated by Jamīl Jālibī. Lahore: Idārah-yi Saqāfat-i-Islāmiyyah, 2014.